شبیر احمد خاں غوری

علمِ کلام کا آغاز و ارتقاء

(۳)

عہدِ آخر ——— رُوم

اجمالی جائزہ ایران کے برخلاف روم میں عثمانی ترکوں کی حکومت ایک ہی خاندان میں تقریباً ساڑھے چھ سو سال تک باقی رہی۔ اس خاندان کے پہلے حکمران سلطان عثمان خاں اور آخری حکمران سلطان عبدالمجید تھے جنہیں اور جن کے ساتھ خلافت کے ادارے کو کمال اتاترک نے ۱۹۲۳ء میں ختم کر دیا۔ اس ساڑھے چھ سو سال کی سیاسی تاریخ اور ترکی کا عروج و زوال سلطنت عثمانیہ کے مورخ کا منصب ہے مگر ترکی میں علمِ کلام کی ترقی و تنزل کے نقطۂ نظر سے یہ طویل زمانہ پانچ ادوار میں منقسم ہو سکتا ہے:

۱۔ محمد فاتح کے پیشرو ۶۹۹ھ تا ۸۵۵ھ مطابق ۱۳۰۰ء لغایت ۱۴۵۱ء
۲۔ محمد فاتح اور بایزید ثانی ۸۵۵ھ تا ۹۱۸ھ مطابق ۱۴۵۱ء لغایت ۱۵۱۲ء
۳۔ سلیم اوّل اور سلیمان اوّل ۹۱۸ء تا ۹۷۴ھ مطابق ۱۵۱۲ لغایت ۱۵۶۶ء
۴۔ سلیم ثانی سے محمود ثانی تک ۹۷۴ تا ۱۲۵۵ھ مطابق ۱۵۶۶ لغایت ۱۸۳۹ء
۵۔ عبدالمجید اوّل کے بعد ۱۲۵۵ھ تا حال مطابق ۱۸۳۹ تا حال

۱۸۳۹ء مطابق ۱۲۵۵ھ میں محمود ثانی کی وفات پر سلطان عبدالمجید اوّل تخت نشین ہوئے۔ اُنہوں نے "خط شریف گلخانہ" کے نام سے اصلاحات کا اعلان کیا۔ تعلیمی نظام میں بھی اصلاحات کی گئیں۔ قدیم کے مقابلے میں جدید پر زیادہ زور دیا گیا۔ اصلاح بہر حال قابلِ تحسین ہے۔ مگر اس سے قدیم تعلیمی اقدار پر کاری ضرب لگی۔ علم کلام کے ساتھ اعتنا قدیم تعلیمی اقدار کا جزو لاینفک تھا اس لئے اس کا متاثر ہونا ضروری تھا۔

لیکن ابتکار فکر ترکی علماء میں بہت پہلے سے ختم ہو چکا تھا۔ چوتھے دور میں بھی علماء کی تمام تر توجہ کتب متداولہ کی تعلیم و تدریس ہی میں منحصر رہی۔ تصنیف و تالیف کا کام جو شرح و تحشیہ سے کبھی آگے نہ بڑھا صرف برائے نام رہ گیا تھا۔ تیسرا دَور محض شرح و تحشیہ کا ہے۔ البتہ دوسرا دور یعنی سلطان محمد فاتح اور بایزید ثانی کا زمانہ ترکی میں علمِ کلام کا

"عہد زریں ہے اور پہلا دور اس اعتبار سے اہم ہے کہ وہ اس عہد زریں کا پیش خیمہ ہے۔

ا۔ پہلا دور: محمد فاتح سے پہلے

عثمانی سلاطین نے شروع ہی سے علم و ادب کی سرپرستی کی۔ بانی سلطنت عثمان خاں (۶۹۹ھ-۷۲۶) نے اپنے عہد کے مشہور عالم باعمل مولیٰ ادہ بالی کی صاحبزادی سے عقد کیا۔[1] اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عثمانی سلطنت میں علماء اُمراء و سلاطین کے کفو سمجھے جاتے تھے۔ سلطان عثمان کے بعد اُن کے بیٹے اور خاں (۷۲۶-۷۶۱) تخت نشین ہوئے اُنہوں نے عثمانی سلطنت کا سب سے پہلا مدرسہ تعمیر کیا۔ طاش کبریٰ زادہ نے لکھا ہے؛

دبنیٰ السلطان اورخان مدرسۃ فی بلدۃ ازنیق وھی علیٰ ما سمعتہ من الثقات اول مدرسۃ بنیت فی الدولۃ العثمانیۃ۔[2]	سلطان اورخان نے شہر ازنیق میں ایک مدرسہ تعمیر کیا اور جیسا کہ میں نے ثقات سے سُنا ہے یہ پہلا مدرسہ ہے جو دولتِ عثمانیہ میں بنایا گیا۔

اُنہوں نے مدرسہ کی صدارت مولیٰ داؤد قیصری (شارح فصوص الحکم) کو تفویض کی۔ اس عہد کے دیگر علماء میں تاجدین الکردرہ، علاء الدین الاسود (شارح نفی فی الاصول) اور محسن قیصری زیادہ مشہور ہیں۔ اورخان کے بعد سلطان مراد اوّل تخت نشین ہوئے۔ اُن کے عہد کے مشاہیر علماء میں قاضی محمود (شارح چغمینی کے دادا) جمال الدین اقسرائی اور برہان الدین قابلِ ذکر ہیں۔ جمال الدین اقسرائی امام رازی کی اولاد میں سے تھے اُن کے علم و فضل کا شہرہ سن کر میر سید شریف بھی اُن سے پڑھنے آئے تھے مگر اس سے پہلے اُن کا انتقال ہو چکا تھا۔[3] برہان الدین نے تلویح علامہ تفتازانی پر حاشیہ لکھا تھا۔

مراد اوّل کے بعد بایزید یلدرم تخت نشین ہوئے۔ اُن کے زمانہ میں عثمانی سلطنت دریائے فرات سے ڈینیوب تک پھیل گئی تھی مگر ۸۰۵ھ میں تیمور سے لڑائی ہوگئی جس میں وہ گرفتار ہوئے اور سال بھر بعد اسی غم میں مر گئے۔ اُن کے عہد کے مشاہیر علماء میں شمس الدین بن حمزہ فناری، حافظ الدین الکردری اور مولیٰ الحاج پاشا خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ فناری علاء الدین الاسود، جمال الدین اقسرائی اور اکمل الدین بابرتی کے شاگرد اور "فصول البدائع فی اُصول الشرائع" کے مصنف تھے جسے اُنہوں نے المنار اُصول بزدوی، محصول امام رازی اور مختصر ابنِ حاجب کی مدد سے اُصول فقہ میں لکھا تھا۔ اُنہوں نے میر سید شریف کی شرح المواقف پر مواخذات بھی کئے تھے۔ الحاج پاشا نے بیضاوی کی طوالع الانوار کی شرح لکھی تھی۔[4]

بایزید ثانی کے بعد اُن کے بیٹے محمد اوّل (۸۱۶-۸۲۵) اور پھر اُن کے پوتے مراد ثانی (۸۲۵-۸۵۵) تخت نشین ہوئے۔ سلطان محمد اوّل نے بہت جلد کھوئی ہوئی شوکت حاصل کر لی۔ اُن کے زمانہ میں برہان الدین حیدر ہروی، فخر الدین عجمی اور محی الدین کافیجی زیادہ مشہور رہے۔ برہان الدین حیدر تفتازانی کے شاگرد تھے۔ اُنہوں نے کشاف کا حاشیہ لکھا اور اُن

---

۱ الشقائق النعمانیہ فی علماء الدولۃ العثمانیہ برحاشیہ تاریخ ابن خلکان جلد اوّل صفحہ ۵۔ ۲ ایضاً صفحہ ۸ ۳ ایضاً صفحہ ۸
۴ ایضاً صفحہ ۲۰-۲۱ ۵ ایضاً صفحہ ۲۲

اعتراضات کا جواب دیا جو سید شریف نے تفتازانی کے حاشیۂ کشاف پر کیئے تھے۔ محی الدین کافیجی حافظ جلال الدین السیوطی کے اُستاد تھے اور تمام علوم عقلیہ و نقلیہ میں دستگاہ عالی رکھتے تھے[۱]۔ فخر الدین عجمی میر سید شریف کے شاگرد تھے۔ اُن کا خاص کارنامہ عثمانی سلطنت میں فرقہ حروفیہ کے الحاد و زندقہ کا استیصال ہے[۲]۔ مراد ثانی کے عہد کے مشاہیر علماء میں شمس الدین کورانی، سید احمد قدیمی، سید علی عجمی، حسام الدین توقانی، ابن میناس اور فتح اللہ شروانی قابل ذکر ہیں۔ سید احمد قدیمی اور ابن میناس نے شرح عقائد تفتازانی پر حواشی لکھے۔ سید علی عجمی اور فتح اللہ شروانی نے شرح مواقف پر حواشی لکھے۔ حسام الدین توقانی نے فقہ اکبر کی شرح کے علاوہ سید شریف کے حاشیہ شرح تجرید اور تفتازانی کے شرح مقاصد پر حواشی لکھے[۳]۔

ترکی علم کلام کا عہد زرّین

محمد فاتح کا زمانہ (۸۵۵-۸۸۶) ترکی کی تاریخ میں عظمت و شوکت کی معراج کمال ہے۔ ۸۵۶ھ میں انہوں نے قسطنطنیہ کو فتح کیا۔ جس کی تاریخ "بلدۃ طیبۃ" ہے۔ فتح قسطنطنیہ سے تاریخ کے عصر جدید کا افتتاح ہوتا ہے۔ اس سیاسی عظمت سے قطع نظر ترکی علم کلام کی تاریخ میں بھی اُن کا زمانہ "زرین زمانہ" کہلانے کا مستحق ہے۔ اُنہیں کے ایماء سے مولیٰ علاء الدین طوسی اور خواجہ زادہ نے امام غزالی اور حکماء کے مابین (یعنی کلام اور فلسفہ کے درمیان) محاکمہ کیا اور یہ چیز علم کلام کے منتخب شاہکاروں میں محسوب ہونے کی مستحق ہے۔ سلطان محمد فاتح نے علم و علماء کی سرپرستی میں کشور کشائی سے کم کوشش نہیں کی۔ فتح قسطنطنیہ کے بعد وہاں کے آٹھ گرجوں کو مدارس میں تبدیل کر دیا[۴]۔ ان مدارس ثمانیہ کی مدرسی بہت بڑا اعزاز سمجھی جاتی تھی۔ غالباً ترکی میں اُن کے زمانہ سے زیادہ علماء کی اتنی بڑی جماعت کبھی پیدا نہیں ہوئی۔ مثلاً مولیٰ خسرو بن فرامرز، علاء الدین طوسی، خواجہ زادہ، احمد بن موسیٰ الخیالی، مصلح الدین قسطلانی، خطیب زادہ علاء الدین عربی، مولیٰ عبدالکریم، حسن سامسونی، ابن الحاج حسن، علامہ قوشجی، مولیٰ مصنفک، سراج الدین حلبی، حمید الدین حسینی، صلاح الدین، حسن چلپی، شمس الدین، خواجہ احمد وغیرہم۔

مولیٰ خسرو خضر بیگ کے بعد قسطنطنیہ کے قاضی بنائے گئے۔ سلطان کو اُن پر ناز تھا اور اُنہیں اپنے زمانہ کا "ابوحنیفہ" کہا کرتے تھے۔ اُن کی دو کتابیں مشہور ہیں[۵]۔ فقہ میں الغرر اور اُس کی شرح الدرر اور اُصول فقہ میں مرقاۃ الاصول اور اُس کی شرح مرآۃ الاصول۔

مولیٰ احمد بن موسیٰ جو خیالی کے نام سے مشہور ہیں آج بھی عربی مدارس کے لئے اجنبی نہیں ہیں۔ خیالی کا حاشیہ شرح عقائد تفتازانی کلامی ادب میں خصوصی اہمیت رکھتا ہے اور ایجاز و اعجاز میں اپنی آپ نظیر ہے۔ مدتوں اس کے ذریعے طلباء کی ذہانت و ذکاوت کا امتحان لیا جاتا تھا اور اب تک درس نظامی میں مروّج ہے۔ طاشکبری زادہ نے لکھا ہے:

---

۱ الشقائق النعمانیہ جلد اوّل صفحہ ۶۸-۶۹ کافیجی نے عقائد عضدی کی شرح بھی لکھی تھی ۲ ایضاً صفحہ ۶۵ ۳ ایضاً صفحہ ۱۱۱
۴ ایضاً صفحہ ۱۰۵ ۵ ایضاً صفحہ ۱۲۰

وله من المصنفات حواش علی شرح العقائد النسفية مسلك فيها مسلك الايجاز يمتحن به الاذكياء من الطلاب وهي مقبولة بين الخواص دشهرتها تغني عن مدحها۔[۵]

اُن کی تصانیف میں سے حاشیہ شرح عقائد نسفی ہے جس میں اُنہوں نے ایجاز و اختصار کو ملحوظ رکھا ہے۔ اس کے ذریعہ ذہین ذکی طلبہ کا امتحان لیا جاتا تھا۔ وہ خواص میں مقبول ہے اُس کی شہرت اُس کی تعریف سے مستغنی ہے۔

ہندوستان میں "خیالی" پر ملا عبدالحکیم سیالکوٹی نے حاشیہ لکھا تھا۔ مولیٰ خیالی نے حاشیہ شرح عقائد کے علاوہ حاشیہ شرح تجرید کے اوائل پر بھی حاشیہ لکھا نیز خضر بیگ کے "منظومہ فی العقائد" کی شرح لکھی۔[۶]

علامہ قوشجی کے متعلق یہ طے کرنا مشکل ہے کہ وہ ماوراء النہر کے علماء میں محسوب کئے جائیں یا روم کے۔ بعد وہ ریاضی و ہیئت کے محققین میں سے تھے یا علمِ کلام کے۔ بہرحال اُن کی شرح تجرید کے آگے سابق کی شروح تجرید ماند ہو کر رہ گئیں۔ کم کتابوں کے ساتھ علماء نے اتنا اہمام و اعتنا کیا ہوگا جتنا شرح تجرید قوشجی کے ساتھ کیا ہے۔ طاشکبریٰ زادہ نے لکھا ہے:

وله من التصانيف شرحه للتجريد وهو شرح عظيم لطيف فی غاية اللطافة لخص فيه فوائد الاقدمين احسن تلخيص واضاف اليه زوائد وهی نتائج فکره مع تحرير سهل واضح۔[۷]

اُن کی تصانیف میں اُن کی شرح تجرید ہے۔ وہ بہت بڑی شرح ہے بہت زیادہ لطیف۔ اُنہوں نے اگلے علماء کے فوائد کو بڑی اچھی طرح ملخص کیا ہے نیز اپنے نتائج افکار کا سہل اور واضح عبارت میں اضافہ کیا ہے۔

لیکن اس عہد کا قابلِ یادگار کارنامہ کلام اور فلسفہ کے درمیان محاکمہ ہے۔ امام غزالی نے "تہافۃ الفلاسفہ" میں یونانی فلسفے کے پرخچے اڑائے تھے۔ ابنِ رشد نے "تہافۃ التہافۃ" میں اس کا جواب دیا تھا۔ سلطان محمد فاتح نے علاؤ الدین طوسی اور خواجہ زادہ سے فرمائش کی کہ امام غزالی اور حکماء کے درمیان محاکمہ کریں۔ دونوں بزرگوں نے باحسن وجوہ اس فرمائش کو پورا کیا۔ خواجہ زادہ نے تہافۃ الفلاسفہ کے نام سے چار مہینوں میں اور علاء الدین طوسی نے "الذخیرہ" کے نام سے چھ مہینوں میں۔ سلطان نے دونوں کو دس دس ہزار کا انعام دیا۔ انعام کے علاوہ خواجہ زادہ کو ایک بیش قیمت خلعت بھی دی۔ اس سے مولیٰ طوسی رنجیدہ ہو کر پہلے تبریز اور پھر ماوراء النہر چلے گئے۔[۸] "کتاب الذخیرہ" کے علاوہ اُنہوں نے شرح مواقف، حاشیہ شرح الخصہ للسید شریف تلویح حاشیہ کشاف للسید شریف اور حاشیہ شرح مطالع للسید شریف پر بھی حواشی لکھے۔ طاشکبریٰ زادہ نے لکھا ہے:

وكل تصانيفه مستحسنة مقبولة عند العلماء والفضلاء۔[۹] اُن کی جملہ مصنفات علماء و فضلاء کے نزدیک مقبول اور پسندیدہ ہیں۔

خواجہ زادہ نے بھی تہافۃ الفلاسفہ کے علاوہ شرح مواقف اور مولانا زادہ کی شرح ہدایہ الحکمۃ پر حواشی لکھے۔

---

۵ الشقائق النعمانیہ جلد اوّل صفحہ ۱۵۵ ۶ ایضاً صفحہ ۱۵۶ ۷ ایضاً صفحہ ۱۸۰ ۸ ایضاً صفحہ ۱۰۷ ۹ ایضاً صفحہ ۱۰۸

شرح طوالع اور تلویح پر بھی حواشی لکھے تھے۔ مگر موت نے مسودوں کو صاف کرنے کی مہلت نہیں دی[1]۔ تشحیذ ذہن اور جودتِ طبع کا یہ عالم تھا کہ ایک دن حاشیہ شرح المختصر (للسید شریف) پڑھا رہے تھے۔ دورانِ درس میں محشی پر ایسے زبردست اعتراضات کئے کہ حاضرین دنگ ہو کر رہ گئے۔ بعد میں کہا کہ میں سید شریف کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرتا لیکن اگر آج وہ بھی زندہ ہوتے تو ان اعتراضات کو تسلیم کئے بغیر نہ رہتے[2]۔ خواجہ زادہ محقق دوانی کے ہم عصر تھے اور دونوں ایک دوسرے کے فضل و کمال کو مانتے تھے چنانچہ جب محقق دوانی کے حواشی شرح تجرید روم میں پہونچے تو خواجہ زادہ نے اُن کی بہت زیادہ تعریف کی حالانکہ اس سے پہلے خطیب زادہ کے حاشیہ شرح تجرید کو اُنھوں نے بالکل پسند نہیں کیا۔ اسی طرح جب ابن المؤید اماسی محقق دوانی کی خدمت میں پہونچے اور خواجہ زادہ کی "تہافۃ الفلاسفہ" پیش کی تو وہ اُسے پڑھ کر بہت مسرور ہوئے اور کہا "اللہ تم سے اور مصنف سے راضی ہو کہ تم نے مجھے یہ کتاب دکھا دی۔ میرا بھی ارادہ اس موضوع پر لکھنے کا تھا۔ اگر اسے دیکھے بغیر کہیں لکھ ڈالتا تو کیسی بدنامی ہوتی[3]"۔

تہافۃ الفلاسفہ (لخواجہ زادہ) اور کتاب الذخیرہ (للمولیٰ طوسی) کا موازنہ تو چھوٹا منہ اور بڑی بات کے مترادف ہے۔ البتہ چند کلمے صرف "کتاب الذخیرہ" کے متعلق لکھے جاتے ہیں۔ اس کتاب کے سببِ تالیف کے بارے میں مولیٰ طوسی نے لکھا ہے:

کان برهة من الزمان یتلجلج فی صدری ویتخالج فی قلبی ان اکتب فی المسائل الالهیة ومایتعلق بها لبعض ما تقرر لی وتحقق عندی ولکنه یعوقنی عن ذلک عدوان زمانی ... الی ان اشار الی السلطان ... ابو الفتح محمد بن مراد خان ... ان انظر فی الرسالة المسماة بتهافة الفلاسفة التی الفها الامام ... الغزالی رحمه الله تعالی واکتب علی اسلوبه ما یسنح لی ویظهر عندی فی کلام الفریقین وقواعد الطریقین من جهات التضعیف والترجیح والابطال والتصحیح[4]

عرصے سے میرے دل میں یہ بات کھٹکتی تھی کہ مسائل الٰہیہ کے بارے میں اور اُن کے متعلقات کے بارے میں اپنی تحقیقات کو قلمبند کروں ... لیکن زمانہ کی ناسازگاری مجھے اس سے مانع رہی ... یہاں تک کہ سلطان ابو الفتح محمد بن مراد خاں نے مجھے اشارہ کیا ... کہ میں امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ تہافۃ الفلاسفہ کا مطالعہ کروں اور اُس کے انداز پر دونوں فریقوں متکلمین اور فلاسفی اور اُن کے طریقوں کے بارے میں جو کچھ میری رائے ہو اُسے تحریر کروں۔ فریقین کی آرا و دلائل کی کمزوری اور ترجیح اور اُن کے باطل اور صحیح ہونے کے متعلق اپنی تحقیق بتاؤں۔

مصنف نے اس کتاب میں احقاقِ حق اور صحت نقل و حکایت کا التزام کیا ہے اور کمال غیر جانبداری سے

---

[1] الشقائق النعمانیہ جلد اوّل صفحہ ۱۵۱ [2] ایضاً صفحہ ۱۴۴ [3] ایضاً صفحہ ۱۵۰ [4] کتاب الذخیرہ صفحہ ۴-۵

دونوں فریقوں کے دلائل دیئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

(شرطت علی نفسی عند ما شرعت فی هذا الخطب الخطیر والامر الکبیر ان لا اثبت عندی بالقطع انه الحق والصواب۔ | جب میں نے اس اہم کام کو شروع کیا تو اپنے اوپر یہ شرط عائد کر لی کہ میں کتاب میں صرف وہی بات لکھوں گا جو میرے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ حق و ثواب ہے۔

اور کتاب کے تفصیلی مطالعہ سے مصنف کے اس قول کی تائید ہو جاتی ہے۔ بہرحال امام غزالی کے تہافۃ الفلاسفہ کی طرح کتاب الذخیرہ میں بھی بیس ابواب ہیں۔ دونوں کی فہرست درج ذیل ہے:

تہافۃ الفلاسفہ (امام غزالی)	کتاب الذخیرہ (مولیٰ علاء الدین طوسی)
۱۔ ازلیت عالم کا ابطال	۱۔ عالم کا حدوث وقدم
۲۔ ابدیت عالم کا ابطال	۲۔ ابدیت عالم
۳۔ فلسفہ کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ صانع عالم ہے اور عالم اُس کی صنعت ہے محض ایک دھوکا ہے۔	۳۔ اس بات کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کو عالم کا فاعل و صانع کہنا بطور حقیقت ہے یا نہیں؟
۴۔ فلاسفہ وجود باری پر دلیل لانے سے عاجز ہیں۔	۴۔ دنیا کے واسطے صانع عالم کا اثبات۔
۵۔ فلاسفہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلیل نہیں لاسکتے۔	۵۔ اللہ جل وعلا کی توحید یعنی اُس سے کثرت کی نفی۔
۶۔ نفی صفات باری کے دعوے کا ابطال۔	۶۔ صفات سلبیہ سے ذات باری کا اتصاف۔
۷۔ فلاسفہ کے اس دعوے کا ابطال کہ ذات اوّل جنس اور فصل میں منقسم نہیں ہے۔	۷۔ کیا اللہ تعالیٰ کے لئے اجزاء عقلیہ سے ترکب جائز ہے یا نہیں؟
۸۔ فلاسفہ کے اس قول کا ابطال کہ ذات اوّل وجود بلا ماہیت ہے۔	۸۔ کیا اللہ تعالیٰ کے لئے وجود کے علاوہ کوئی ماہیت ہے یا نہیں؟
۹۔ فلاسفہ اس پر دلیل نہیں لاسکتے کہ اللہ تعالیٰ جسم نہیں ہے	۹۔ اللہ تعالیٰ جسم نہیں ہے۔
۱۰۔ عقیدہ دہر کا بیان اور یہ کہ انکار باری اُن کیلئے لازم ہے	۱۰۔ علم کی حقیقت۔
۱۱۔ فلاسفہ اسپر دلیل نہیں لاسکتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیر کو جانتا ہے	۱۱۔ اللہ تعالیٰ اپنے سوا دوسری اشیاء کا عالم ہے۔
۱۲۔ فلاسفہ اس پر دلیل نہیں لاسکتے کہ اللہ تعالیٰ خود کو جانتا ہے	۱۲۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو جانتا ہے۔
۱۳۔ فلاسفہ کے اس دعوے کا ابطال کہ اللہ تعالیٰ جزئیات کو نہیں جانتا۔	۱۳۔ اللہ جزئیات متغیرہ کو نہیں جانتا۔
۱۴۔ فلاسفہ کے اس قول کا ابطال کہ آسمان حیوان متحرک بالارادہ ہے۔	۱۴۔ کیا آسمان کے لیے کوئی نفس ناطقہ متحرک بالارادہ ہے یا نہیں؟

۱۵۔ فلاسفہ نے جن اغراض کو گردشِ آسمان کی محرک بتایا ہے اُن کا ابطال۔	۱۵۔ حرکت فلکِ اعظم کی اصلی غرض کیا ہے۔
۱۶۔ فلاسفہ کے اس قول کا ابطال کہ نفوسِ سماوی اس عالم کی جملہ جزئیاتِ صادقہ کو جانتے ہیں۔	۱۶۔ نفوسِ سماوی کے احوالِ کائنات کے علم کا بیان۔
۱۷۔ فلاسفہ جو انخراقِ عادت کو ناممکن کہتے ہیں اُس کا ابطال۔	۱۷۔ موجودات جو ایک دوسرے پر مترتب ہوتے ہیں کیا یہ کسی علاقہ عقلی یا علّتِ حقیقی کی بنا پر ہوتا ہے یا نہیں؟
۱۸۔ فلاسفہ اس پر دلیل قائم نہیں کر سکتے کہ نفسِ انسانی جوہر قائم بالذات ہے نہ جسم نہ عرض۔	۱۸۔ اس بات کا بیان کہ آیا نفسِ انسانی مجرد ہے یا نہیں؟
۱۹۔ فلاسفہ جو نفوسِ بشریہ کا فنا ہونا ناممکن سمجھتے ہیں اُس کا ابطال۔	۱۹۔ اس بات کا بیان کہ آیا نفسِ انسانی قدیم ہے یا حادث اور وہ موت کے بعد باقی رہتا ہے یا نہیں؟
۲۰۔ فلاسفہ جو حشرِ اجساد کے منکر ہیں اُس کا ابطال۔	۲۰۔ اس بات کا بیان کہ آیا حشرِ اجساد اور ارواح کا دوبارہ بدنوں میں داخلہ ممکن اور قابلِ وقوع ہے یا نہیں۔

لیکن کتاب الذخیرہ اور تہافۃ الفلاسفہ کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ نیز ان کی کاوشِ تحقیق اور متانتِ استدلال کا فیصلہ ان کے مطالعہ ہی کے بعد ہو سکتا ہے۔ علم کلام کے ان دو شاہکاروں کے علاوہ جو رومی (ترکی) فکر کے مبتکرات میں بڑا اونچا مقام رکھتے ہیں اور علماء نے بھی فضلائے عجم کے شروح و حواشی کے تحشیہ و تبصرہ کے ذریعہ رومی فکر کی ثروت کا ثبوت دیا۔ اس کا ایک مختصر گوشوارہ حسب ذیل ہے:

شرح طوالع الانوار۔ طوالع الانوار پر ابو الثنا شمس الدین اصفہانی نے مطالع الانظار کے نام سے شرح لکھی تھی۔ حمید الدین حسینی نے اس پر حاشیہ لکھا۔ اصفہانی کے علاوہ قاضی عبداللہ فرغانی (المعروف بسید العبری) نے بھی شرح لکھی تھی۔ سید عبری کی شرح پر سراج الدین حلبی نے حاشیہ لکھا۔ طوالع پر خواجہ زادہ نے بھی شرح لکھی تھی مگر صاف کرنے کی نوبت نہیں آئی۔

شرح عقائد تفتازانی۔ شرح عقائد تفتازانی پر اکثر علماء نے حواشی لکھے مثلاً خیالی، مصلح الدین قسطلانی، علاؤ الدین عربی، مولیٰ صلاح الدین، محی الدین بیرالوجہ، قراجہ احمد۔[1]

شرح عقائد عضدی۔ عقائد عضدی پر محقق دوانی سے پہلے میر سید شریف نے شرح لکھی تھی۔ اس شرح پر مولیٰ خسرو بن فرامرز، علاء الدین طوسی، خیالی اور مصلح الدین قسطلانی نے حواشی لکھے۔[2]

۱؎ الشقائق النعمانیہ صفحہ ۱۵۱۔

۲؎ ایضاً صفحہ ۳۷

شرح مواقف۔ مواقف کی شرح میر سید شریف نے لکھی تھی۔ سید شریف کے علاوہ علاؤالدین طوسی نے ایک مختصر شرح لکھی۔ جو اختصار کے باوجود اکثر ابحاث پر مشتمل ہے۔ لیکن قبول عام صرف سید شریف کی شرح مواقف ہی کو حاصل ہوا۔ خواجہ زادہ نے اپنے نسخۂ شرح مواقف پر تعلیقات لکھے تھے۔ حسن چلپی نے اُن سے یہ نسخہ مستعار مانگ کر راتوں رات اپنے شاگردوں سے اسے نقل کرا لیا اور ان تعلیقات کو اپنے حواشی میں ملا لیا۔[1] آخر عمر جب خواجہ زادہ سے سلطان بایزید نے شرح مواقف پر حواشی لکھنے کی فرمائش کی تو انہوں نے معذرت کی کہ میرے حواشی تو حسن چلپی نے ہتھیا لئے اب کیا لکھوں؟ مگر سلطان کے اصرار پر بدقت تمام مباحث وجود تک حواشی لکھ کر وفات پائی۔[2] حسن بن عبدالصمد سامیسونی نے الٰہیات شرح المواقف پر حاشیہ لکھا۔[3] مصلح الدین قسطلانی نے مواقف و شرح مواقف پر سات اشکالات کئے۔ خطیب زادہ نے اوائل شرح مواقف پر حاشیہ لکھا۔[4] یوسف بن حسین کرماستی نے بنوات شرح مواقف پر حاشیہ لکھا۔[5]

شرح تجرید۔ تجرید الکلام محقق طوسی کی شرح پہلے اصفہانی نے لکھی تھی۔ اس پر سید شریف نے حاشیہ لکھا۔ سید شریف کے حاشیہ پر متعدد علماء روم نے حواشی لکھے مثلاً ابن الخطیب محی الدین اخوین۔[6] عجم میں محقق دوانی اور میر صدر الدین شیرازی نے شرح تجرید قوشجی پر متعدد حواشی لکھے تھے جن میں ایک دوسرے پر رد وقدح کی تھی۔ روم میں محمد بن حاجی حسن نے ان پر محاکمہ لکھا۔[7]

ان کتب عقائد و کلام کے علاوہ اس دور میں ایک اور مبحث کے ساتھ بھی اعتنا کیا گیا۔ یہ "توضیح تلویح" کے "مقدمات اربعہ" کی شرح و تفسیر ہے۔ توضیح تلویح اصول فقہ کی کتاب ہے۔ اس کے متن کا نام "تنقیح" ہے جسے صدر الشریعہ (شرح وقایہ) نے لکھا تھا بعد میں انہوں نے توضیح کے نام سے اس کی شرح لکھی اور علامہ تفتازانی نے تلویح کے نام سے اس پر حاشیہ لکھا۔ توضیح تلویح میں اور اسی طرح ہر اصول فقہ کی کتاب میں ایک بحث آتی ہے جو اصول اور کلام دونوں میں مشترک ہے یعنی "حسن و قبح افعال" کی بحث۔ یہ علم کلام کا معرکۃ الآراء مسئلہ ہے جو آج اخلاقیات میں "معیار اخلاق" کے نام سے خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ مختلف فرقوں نے اس باب میں مختلف مذاہب و مسالک اختیار کئے ہیں۔ نیز یہ "جبر و اختیار" کی بحث کا بھی ایک اہم جزو ہے جو نہ کبھی طے ہوئی اور نہ طے ہوگی۔ صدر الشریعۃ حنفی المذہب تھے مسلک عام احناف کا تھا لیکن اس مسلک کی توضیح کے لئے اُنہوں نے نرالا ڈھنگ اختیار کیا اور اپنے استدلال کی بنیاد "چار مقدموں" پر رکھی۔ فرماتے ہیں:

هذه المسئلة من أمهات الاصول ومهمات مباحث المعقول والمنقول ومع ذلك هي مبنية

یہ مسئلہ اُصول فقہ کے بنیادی مسائل میں سے ہے نیز معقولات اور منقولات کے اہم مباحث میں سے ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ

---

[1] الشقائق النعمانیہ صفحہ ۱۵۱ [2] ایضاً صفحہ ۲۷ [3] کشف الظنون جلد دوم صفحہ ۹۹ [4] الشقائق النعمانیہ صفحہ ۱۵۰۔
[5] کشف الظنون دوم صفحہ ۵۶۲ [6] الشقائق النعمانیہ جلد اوّل [7] کشف الظنون دوم صفحہ ۵۶۳

علی مسئلة الجبر والقدر التی زلّت فی بوادیها اقدام الراسخین وضلّت فی مبادیها افهام المتفکرین و غرقت فی بحارها عقول المتبحرین۔ وحقیقة الحق فیها اعنی الحالق بین طرفی الافراط والتفریط سر من اسرار الله تعالی التی لایطلع علیها الا خواص عباده وها انا بمعزل من ذلک لکن اوردت مع الاعتراف بالعجز عن درک الادراک قدر ما تقعت علیه ووفقت لایراده۔[1]

جبر و اختیار کے مسئلہ پر موقوف ہے جس کے بیابانوں میں راسخین کے قدم بھی ڈگمگا گئے اور جس کے مبادی میں اہل فکر کی فہم و دانش گمراہ ہوگئی ہے اور متبحرین فی العلم کی عقلیں غرق ہوگئی ہیں۔ اور حق کی حقیقت یعنی اختیار کامل اور جبر محض کی افراط و تفریط کے درمیان جو امر واقعہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے جس پر وہ سوائے اپنے خاص بندوں کے کسی کو مطلع نہیں کرتا اور میں خواص عباد اللہ میں سے ہونے کے دعوے سے کنارہ کش ہوں لیکن ادراکِ حقیقت سے عجز کے اعتراف کے ساتھ جس چیز پر میں واقف ہوا اور جس کے بیان کی مجھے توفیق ہوئی میں پیش کرتا ہوں۔

اس تمہید کے بعد انہوں نے دونوں فریقوں (اشاعرہ و معتزلہ) کے مسالک کی توضیح کی ہے۔ بعد ازاں فرماتے ہیں:

وقد خفی علی کلا الفریقین مواضع الغلط فیه وانا اسمعک ما سنح لخاطری وهذا مبنی علی اربع مقدمات۔[2]

اور دونوں فریقوں کی نظر سے مواضع غلط اوجھل ہوگئے۔ اب جو کچھ میرے ذہن میں آیا ہے بتاتا ہوں اور یہ چار مقدموں پر موقوف ہے۔

اس لئے فطری امر تھا کہ یہ نیا اسلوبِ استدلال شروع ہی سے ردو قبول اور ابرام و انفساخ کا موضوع رہا۔ عرصے تک توضیح تلویح کے حواشی نویس دیگر مسائل کے ساتھ ان "مقدمات اربعہ" کی شرح و تفسیر بھی کرتے رہے مگر بعد میں اس مبحث کی جلالت شان کے پیشِ نظر علماء نے مستقلاً اسے اپنی بحث و تمحیص کا موضوع بنایا۔ سب سے پہلے مولیٰ علاء الدین عربی نے "مقدماتِ اربعہ" کی شرح لکھی۔ بعد میں اور لوگوں نے اُن کی پیروی کی۔ طاشکبری زادہ نے لکھا ہے:

هو اول من کتب حاشیة علی المقدمات الاربع ثم کتب علیه المولی قسطلانی حاشیة ورد علیه فی بعض المواضع ثم کتب المولی ابن الخطیب ثم کتب المولی ابن الحاج حسن۔[3]

مولیٰ علاء الدین علی عربی نے سب سے پہلے "مقدمات اربعہ" پر حاشیہ لکھا پھر مصلح الدین مصطفیٰ قسطلانی نے لکھا اور اس میں مولیٰ علاء الدین پر اعتراضات کئے۔ پھر خطیب زادہ نے حاشیہ لکھا پھر مولیٰ ابن الحاج حسن نے۔

سلطان محمد فاتح نے ۸۸۶ھ میں وفات پائی اور بایزید ثانی اُن کے جانشین ہوئے لیکن وہ مستعدی، جفاکشی، حسن تدبر اور نبرد آزمائی میں باپ کی بالکل ضد تھے۔ اسی وجہ سے ۹۱۸ھ میں معزول ہوئے۔ سلطان محمد فاتح کا عہدِ حکومت جس طرح ترکی کے سیاسی عروج کا زمانہ ہے اسی طرح علم و ادب کی ترقی کا عہدِ زرین ہے۔ اُن کے بعد نہ کسی زمانہ میں اس کثرت سے علماء و فضلا پیدا ہوئے اور نہ اُن کے عہد کے عباقرہ کا جواب ہوا۔ نہ تو مولیٰ خسرو، خیالی، خواجہ زادہ اور

---

[1] تلویح توضیح صفحہ ۲۷۱ [2] ایضاً صفحہ ۳۷۹ [3] الشقائق النعمانیہ جلد اوّل صفحہ ۱۷۲

علاء الدین طوسی جیسے فحول متکلمین بھرد یکھنے میں آئے اور غرر ودرر، مراۃ الاصول، خیالی بر شرح عقائد، تہافۃ الفلاسفہ اور کتاب الذخیرہ جیسی کتابیں بھی لکھی گئیں۔ بہر حال ہر چند کہ محمد فاتح کا حسن تدبر اُن کی وفات پر بایزید کی بے تدبیری میں بدل گیا لیکن علم و ادب کی ترقی کی جو تحریک محمد فاتح کے عہد میں نقطۂ عروج کو پہنچ گئی تھی اُن کے جانشین کے زمانہ میں بالکلیہ ختم نہیں ہوئی۔ صف دوم کے علماء اور صفِ دوم کے شاہکار سلطان بایزید کے زمانہ کے لئے بھی وجہ افتخار رہے۔ اگرچہ یہ مساعی علمیہ تحشیہ و تبصرہ ہی تک محدود تھیں۔ سلطان بایزید کے زمانہ کی علمی خدمات کا ایک مختصر گوشوارہ حسب ذیل ہے۔

شرح عقائد تفتازانی۔ غالباً مولیٰ یوسف حمیدی (سنان الدین) نے حاشیہ لکھا اور سعدی بن ناجی بک نے عقائد نسفی کو نظم کیا۔[۵۱] حاجی خلیفہ نے لکھا ہے کہ حکیم شاہ قزوینی نے اور محی الدین نکساری نے بھی شرح عقائد پر حواشی لکھے تھے۔

حاشیہ خیالی بر شرح عقائد۔ خیالی کے حاشیہ شرح عقائد پر مولیٰ شجاع الیاس رومی اور کمال الدین اسماعیل قرامانی نے حواشی لکھے۔

حاشیہ قسطلانی بر شرح عقائد۔ مولیٰ شجاع الیاس رومی نے مصلح الدین قسطلانی کے حاشیہ شرح عقائد پر لکھا۔[۵۲]

شرح عقائد عضدی۔ عقائد عضدی کی شرح پہلے سید شریف نے لکھی تھی بعد ازاں محقق دوانی نے۔ محقق دوانی کی شرح پر اُن کے شاگرد حکیم شاہ قزوینی نے حاشیہ لکھا۔[۵۳]

طوالع الانوار۔ مولیٰ طبل بازی نے طوالع الانوار کی شرح لکھی۔[۵۴]

حاشیہ شرح تجرید اصفہانی السید شریف۔ سید شریف کے حاشیہ شرح تجرید پر محی الدین حسن سامسونی اور شجاع الدین الیاس رومی نے حواشی لکھے۔ خطیب زادہ نے جو حاشیہ شریفی پر لکھا تھا ابن المعید نے اس کی تلخیص کی۔ مولیٰ سنان الدین یوسف عجمی نے خطیب زادہ کے حواشی کا رد لکھا۔[۵۵]

حاشیہ شرح تجرید دوانی۔ عجم میں علامہ قوشجی کی شرح تجرید پر محقق دوانی نے حاشیہ لکھا تھا۔ اس پر قوام الدین یوسف (قاضی بغداد) نے شبہات وارد کئے۔ اس کا ایک نسخہ رامپور لائبریری میں ہے (کلام ۱۷۷) طاشکبری زادہ نے قاضی بغداد کی ایک کتاب کا نام "شرح جامع للفوائد للتجرید" بتایا ہے۔[۵۶] معلوم نہیں۔ دونوں ایک ہی ہیں یا مختلف۔

شرح مواقف۔ سنان الدین یوسف عجمی اور کمال الدین اسمٰعیل قرامانی نے شرح مواقف پر حواشی لکھے۔ عذاری کرمیانی نے الہیات شرح مواقف پر حاشیہ لکھا جس کے لئے طاشکبری زادہ نے لکھا ہے: "اودع فیہا لطائف و تحقیقات یتعجب منہا النظار و یعتبر بہا اولی الابصار" مولیٰ لطفی نے سید شریف کے رد میں سبع شداد لکھی تھی۔ مولیٰ عذاری

---

۵۱ الشقائق النعمانیہ اول صفحہ ۳۶۴ ۵۲ کشف الظنون دوم صفحہ ۱۲۰ ۵۳ الشقائق النعمانیہ ۵۴ ایضاً صفحہ ۳۵۸
۵۵ ایضاً صفحہ ۳۷۲ ۵۶ ایضاً صفحہ ۳۷۳

نے اُس کا بھی جواب لکھا۔ شرح مواقف پر سنان پاشا نے لاجواب اعتراضات کئے ہیں اُن کے علاوہ سیدی حمیدی نے بھی اعتراضات کئے تھے جن کا جواب سیدی قرامانی، نورالدین قراصوی اور مولیٰ یالی ایدینی نے دیا۔[1]

تہافۃ الفلاسفہ لخواجہ زادہ۔ حکیم شاہ قزوینی نے خواجہ زادہ کے تہافۃ الفلاسفہ پر حاشیہ لکھا تھا۔[2] حاجی خلیفہ نے لکھا ہے کہ حکیم شاہ نے شرح مواقف پر بھی حاشیہ لکھا ہے۔

خطیب زادہ نے "رویت باری" اور "کلام باری" کی بحث میں ایک رسالہ لکھا تھا۔ ابن المؤید اماسی نے علم کلام کے مشکل مقامات کے حل میں ایک رسالہ لکھا۔[3]

تیسرا دور یہ دور سلطان سلیم (۹۱۸-۹۲۶) اور سلطان سلیمان (۹۲۶-۹۷۴) کے عہدِ حکومت پر مشتمل ہے۔ سلطان سلیم نے خالاران کی لڑائی میں شاہ اسمٰعیل صفوی کو شکست دی اور ۹۲۳ھ میں مصر فتح کر کے آخری عباسی خلیفہ سے منصبِ خلافت حاصل کیا۔ اس طرح ترکی سلاطین کو دنیائے اسلام کی اکثریت کی دینی سیادت بھی حاصل ہوگئی۔ اُن کے جانشین سلطان سلیمان ایک فاتح کے ساتھ ساتھ بیدار مغز مدبّر بھی تھے اور اپنے حسنِ انتظام کی وجہ سے "سلیمان قانونی" کہلاتے تھے۔ ملکی انتظام کے ساتھ ساتھ اُنہوں نے علماء و قضاۃ کی سرپرستی میں بھی کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھا۔ کئی عالی شان مدرسے قائم کئے اور اُن کے مصارف کے لئے بیش بہا جاگیریں وقف کر دیں۔ تعلیم میں بہت کچھ اصلاح کی اور علماء کو محاصل کی ادائیگی سے معاف کر کے اُن کی جائدادوں کو ضبطی سے محفوظ کر دیا۔ لیکن سب سے زیادہ جو امر اشاعتِ علم میں مؤثر ہو وہ سوسائٹی میں علماء کا وقار تھا کہ باوجود غربت و افلاس کے اُنہیں اُمراء و اہلِ دول پر مقدم کیا جاتا تھا۔ ابنِ کمال پاشا نے لکھا ہے کہ سلطان بایزید کے زمانہ میں ایک دن وزیر اعظم ابراہیم پاشا کے پاس امیر احمد بیگ بیٹھے تھے جن سے بلند تر کوئی امیر نہیں بیٹھ سکتا تھا اتنے میں مولیٰ لطفی آئے اور احمد بیگ سے بلند تر مقام پر بیٹھ گئے۔ ابنِ کمال پاشا کہتے ہیں کہ میں نے حیرت کے ساتھ اپنے ساتھی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں اور اُن کی تنخواہ کیا ہے۔ اُس نے کہا یہ مولیٰ لطفی ہیں اور ان کا روزینہ صرف تیس درہم ہے۔ میں نے کہا اس قلّتِ تنخواہ کے باوجود یہ کس طرح ایسے بڑے منصبدار سے بلند مقام پر بیٹھ گئے تو اُس نے بتایا کہ علماء کی صرف اُن کے علم کی بناء پر تعظیم کی جاتی ہے۔ ابنِ کمال پاشا کہتے ہیں کہ میں نے دل میں سوچا میں اس امیر کے درجۂ امارت کو تو نہیں پہنچ سکتا مگر محنت و ریاض کے بعد اس عالم کے درجہ تک پہنچ سکتا ہوں اور اسی جذبے نے میرے اندر تحصیلِ علم کا شوق پیدا کر دیا۔ سلطان سلیم کی آتش مزاجی مشہور ہے مگر مفتی اعظم مولیٰ جمالی جب کسی امر کی سفارش کرتے تھے تو وہ اُسے رد نہیں کر سکتا تھا۔ اُن کی سفارش سے سینکڑوں آدمی اُس کے نائرہ غضب کا شکار ہونے سے بچ گئے۔

مگر ان نوازش ہائے خسروانہ کے باوجود بھی ترکی کی علمی تاریخ میں وہ زمانہ نہ آسکا جو محمد فاتح کے ساتھ ختم ہوگیا تھا۔

---

[1] الشقائق النعمانیہ صفحہ ۲۰۴ [2] ایضاً صفحہ ۲۷۲ [3] ایضاً صفحہ ۲۳۱

اس دَور کے مشاہیر علماء میں ابنِ کمال، مولیٰ خیالی، محی الدین فناری، محی الدین بروعی، سنان الدین یوسف، عطوفی، اخی چلپی، مولیٰ حافظ، شیخ محمد تونسی، محی الدین قراباغی، شریف عجمی، ابن الشیخ شبستری، اخی زادہ، ظہیر الدین قاضی زادہ، محمد بن عبدالرحمٰن حلبی، میرک محی الدین، عبدالرحمٰن بن یونس، مہدی شیرازی (فنکاری)، روشنی زادہ اور طاشکبریٰ زادہ کے نام خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ ایران اور وسط ایشیا کے ساتھ روم کے ثقافتی تعلقات اس دَور میں بھی قائم رہے بالخصوص شاہ اسمٰعیل صفوی کے تعصب و تشدّد نے علماء ایران کو ترکِ وطن کرنے اور روم جانے پر مجبور کردیا چنانچہ قوام الدین قاضی بغداد، مولیٰ ادریس بن حسام الدین بدلیسی، شیخ مظفر الدین علی شیرازی (شاگرد محقق دوانی)، اخی چلپی، مولیٰ حافظ، محی الدین ابنِ حمزہ وغیرہ شاہ اسمٰعیل اور اُس کے جانشینوں کی چیرہ دستی سے پریشان ہوکر روم چلے آئے۔ خود سلطان سلیم نے جب معرکہ خالدران کے بعد مراجعت فرمائی تو وہ اپنے ہمراہ مولیٰ شاہ قاسم اور ظہیر الدین اردبیلی قاضی زادہ کو روم لے آئے۔ یہ ثقافتی روابط سلطان سلیمان قانونی کے زمانہ میں بھی برقرار رہے چنانچہ محی الدین پیر محمد فناری تحصیل علم کے لئے ماوراء النہر گئے تھے۔ بخارا سے میر علی بخاری فارغ التحصیل ہونے کے بعد روم آئے تھے۔ مہدی شیرازی (مولیٰ فنکاری) نے اپنے وطن میں میر غیاث الدین منصور اور صدر الدین حسینی سے تعلیم حاصل کی تھی اور منطق و حکمت اور کلام میں اتقان و احکام بہم پہونچانے کے بعد روم آئے تھے۔

اس زمانہ میں بھی علم کلام کی درسیاتِ عالیہ میں شرح تجرید اور شرح مواقف کو خصوصی اہمیت حاصل تھی۔ چنانچہ طاشکبریٰ زادہ نے اپنے ماموں سے شرح تجرید اصفہانی پر میر سید شریف کے حواشی اور محی الدین قوجوی سے شرح مواقف کو پڑھا تھا۔ انہوں نے خود بھی متعدد مقامات پر ان کتابوں کا درس دیا تھا۔ ان کے علاوہ اپنے والد ماجد سے شرح عقائد تفتازانی اور اُس پر مولیٰ خیالی کے حواشی نیز اصفہانی کی شرح طوالع الانوار مع حواشی سیّد شریف کو پڑھا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں یہ کتابیں متوسطات کے درس میں شامل تھیں۔

بہر حال اس دَور میں بھی علمِ کلام کے اندر کچھ نہ کچھ ہوتا رہا۔ اگرچہ وہ کتب کلامیہ کے تحشیہ ہی تک محدود رہا اور اُس کی تعداد بھی پہلے سے بہت کم ہوگئی۔ مختصر گوشوارہ حسب ذیل ہے:

شرح مواقف۔ محی الدین محمد شاہ فناری اور سنان الدین یوسف بن مولیٰ علاء الدین بکانی نے شرح مواقف پر حاشیہ لکھا، مولیٰ حافظ نے بعض شرح مواقف پر حاشیہ لکھا[1]۔ شیخ غرس الدین احمد نے جنہیں ریاضی و ہیئت میں یدِ طولیٰ حاصل تھا شرح مواقف کے حصّہ فلکیات پر حاشیہ لکھا[2]۔ حاجی خلیفہ نے لکھا ہے کہ ابنِ کمال پاشا نے بھی شرح مواقف پر حواشی لکھے[3] تھے۔

حاشیہ شرح تجرید للسید شریف۔ مولیٰ حسام الدین بن عبد الرحمٰن (اوائل شرح تجرید)، محی الدین بروعی، ابن الشیخ البشتری

---

[1] الشقائق النعمانیہ اوّل [2] العقد المنظوم برحاشیہ ابن خلکان دوم [3] کشف الظنون دوم صفحہ ۵۶۲

محمد ابنِ محمود مغلوی وفائی اور مہدی شیرازی (مولیٰ فکاری) نے حاشیہ شرح تجرید پر حواشی لکھے۔ ملا شکبری زادہ نے علامہ قوشجی کی شرح اور اُس پر محقق دوانی اور میر صدر الدین کے حواشی نیز حاشیہ شریفی پر خطیب زادہ کے حواشی کی مدد سے حاشیہ شرح تجرید پر اوّل کتاب سے مباحث ماہیت تک ایک حاشیہ لکھا[1]۔ مولیٰ حافظ نے تجرید کی شرح بنام "محاکمات تجریدیہ" لکھی[2]۔

طوالع الانوار۔ ملا شکبری زادہ نے طوالع الانوار کے دیباچہ کی شرح لکھی[3]۔

فقہ اکبر۔ مولیٰ اسحٰق نے جو پہلے نصرانی طبیب تھے لیکن بعد میں اپنے اُستاد لطفی توقانی کی تلقین سے مسلمان ہوگئے تھے، فقہ اکبر کی شرح لکھی[4]۔

ابنِ کمال پاشا نے خواجہ زادہ کے تہافۃ الفلاسفہ پر حواشی لکھے[5]۔ محی الدین محمد قراباغی نے محقق دوانی کے رسالہ اثبات واجب کی شرح لکھی۔

ان شروح و حواشی کے علاوہ ابنِ کمال پاشا نے علمِ کلام میں ایک متن بنام تجرید التجرید اور اُس کی شرح لکھی۔ خیر الدین عطوفی نے علمِ کلام میں متعدد رسائل لکھے[6]۔ ملا شکبری زادہ نے "معالم" کے نام سے ایک کتاب لکھی[7]۔ روشنی زادہ نے جو علمِ کلام میں درجہ امامت رکھتے تھے "مقالہ فی اُصول الدین" لکھا[8]۔

چوتھا دور

سلیمان قانونی نے ۹۷۴ھ میں وفات پائی۔ وہ عثمانی خاندان کے سلاطین اعظم کے سلسلے کے آخری فرمانروا تھے۔ اُن کے بعد سلطان سلیم ثانی اُن کے جانشین ہوئے مگر اُن کے زمانہ سے عثمانی شوکت کا زوال شروع ہوگیا اور سلطان مراد رابع (۱۰۳۲-۱۰۴۹) اور سلیم ثالث (۱۲۰۳-۱۲۲۲) کے علاوہ بعد میں جو بھی حکمران ہوئے اُن کے زمانہ میں صورت حال درست ہونے کے بجائے زوال و انحطاط ہی بڑھتا رہا۔ اس خرابی اور فساد کی تہ میں عیش پرستی سے زیادہ مغرب پرستی کارفرما تھی۔ یورپین دسیسہ کاری نے ترکوں کے ساتھ خلط ملط بڑھا کر یورپی تہذیب کے کرشموں اور دلفریب اداؤں کا اُنہیں شیفتہ بنا دیا تھا اور اُن کا اہل الرائے طبقہ مغرب کی تہذیبی عظمت سے متاثر ہوکر قدیم کو چھوڑ کر جدید کا شیدائی بن گیا۔ اس احساس کہتری نے زندگی کے ہر شعبہ میں اصلاحات کا مطالبہ شروع کردیا اور آخر کار سلاطین کو بھی بادلِ ناخواستہ اس مطالبہ کے آگے سر جھکانا پڑا۔ اس کی تکمیل سلطان عبد المجید اوّل (۱۲۲۳-۱۲۵۵ مطابق ۱۸۳۹-۱۸۶۱) کے عہد میں ہوئی۔

ترکی عظمت کی طرح ترکی عبقریت میں بھی کہنگی اور خستگی کے آثار پیدا ہو چلے تھے۔ پھر بھی بعض کتابوں پر تحشیہ کا

---

[1] العقد المنظوم صفحہ ۱۰۰ [2] الشقائق النعمانیہ اوّل صفحہ ۵۰۰ [3] العقد المنظوم صفحہ ۱۰۱ [4] الشقائق النعمانیہ دوم ص ۵ [5] الشقائق النعمانیہ اوّل صفحہ ۴۲۴ [6] ایضاً صفحہ ۲۷۶ [7] العقد المنظوم صفحہ ۱۰۰ [8] ایضاً صفحہ ۱۲۶

رواج اب بھی باقی رہا۔ اس کا مختصر گوشوارہ حسب ذیل ہے:

شرح عقائد تفتازانی۔ محمد بن حمزۃ الدباغ جو تفسیری آفندی کے نام سے مشہور تھے۔ سید محمد بن حمید کفوی اور یوسف آفندی زادہ نے شرح عقائد پر حواشی لکھے[۱]۔

خیالی بر شرح عقائد۔ مولیٰ عطاء اللہ (معلم سلیم ثالث) نے خیالی پر حاشیہ لکھا جو دقت و ایجاز میں خیالی ہی کی نظیر تھا۔ العقد المنظوم فی ذکر افاضل الروم میں لکھا ہے:

"وکتب رحمہ اللہ فی اثناء درسہ حاشیۃ لطیفۃ علی حواشی المولی الخیالی علی شرح العقائد للعلامۃ التفتازانی توافقہا فی الدقۃ والوجازۃ"[۲]

مولیٰ عطاء اللہ نے اپنے زمانہ مدرسی میں خیالی بر شرح عقائد پر ایک لطیف حاشیہ لکھا جو دقت و ایجاز میں خیالی ہی کے موافق ہے۔

نیز رمضان بن عبد المحسن بہشتی، قول احمد اور ساجقلی زادہ نے بھی خیالی پر حواشی لکھے۔

شرح مواقف۔ مولیٰ حسن چلپی کے حواشی شرح مواقف پر علاء الدین حنائی زادہ نے حاشیہ لکھا۔ مولیٰ مصلح الدین لاری نے بعض مواضع پر حاشیہ لکھا۔ نشانجی زادہ نے شرح مواقف پر تعلیقات لکھے۔ جار وکر زادو علی زادہ نے الہیات شرح المواقف پر حواشی لکھے[۳]۔ حاجی خلیفہ نے لکھا ہے کہ عبد الرحمن بن ساجقلی نے بھی شرح مواقف پر حاشیہ لکھا[۴]۔

حاشیہ شرح تجرید للسید شریف۔ مولیٰ شاہ محمد خرم نے حاشیہ شریفی پر حاشیہ لکھنا شروع کیا مگر مکمل نہ کر سکے[۵]۔ حنائی زادہ اور جعفر بیگ نے حاشیہ شرح تجرید للسید شریف پر حواشی لکھے۔ شمس الدین احمد قاضی زادہ نے بحث ماہیتہ سے آگے حاشیہ لکھا۔ محقق دوانی کے حاشیہ شرح تجرید پر محمد بن عبد الوہاب نے حاشیہ لکھا۔

شرح طوالع الانوار۔ مطالع الانظار شرح طوالع الانوار الاصفہانی پر مصلح الدین لاری نے حاشیہ لکھا۔ انہوں نے شیراز میں میر غیاث الدین منصور اور محقق دوانی کے شاگرد میر کمال الدین حسین سے تعلیم حاصل کی تھی۔ پہلے وہ ہندوستان آئے جہاں ہمایوں بادشاہ نے اُن کی بڑی عزت کی۔ ہمایوں کی وفات پر روم چلے گئے۔

مولیٰ عبد اللہ غزالی زادہ نے اسمائے حسنیٰ کی شرح لکھی۔ مولیٰ عطاء اللہ (معلم سلطان سلیم ثالث) نے ایک رسالہ لکھا جو پانچ فنون پر مشتمل تھا اس کا چوتھا فن علم کلام پر تھا[۶]۔

اس عہد میں بھی شرح مواقف علم کلام کی درسیات عالیہ میں محسوب ہوتی تھی۔ اسی طرح شرح تجرید اصفہانی پر میر سید شریف کے حواشی پڑھانے کا رواج تھا[۷]۔

---

۱ کشف الظنون جلد دوم صفحہ ۱۲۱ ۲ العقد المنظوم صفحہ ۲۲۸ ۳ کشف الظنون جلد دوم صفحہ ۱۲۱ ۴ ایضاً
۵ کشف الظنون جلد دوم صفحہ ۵۶۳ ۶ العقد المنظوم ۷ الشقائق النعمانیہ دوم

پانچواں دَور اس دَور کا آغاز سلطان عبدالمجید اوّل کے اعلانِ اصلاحات سے ہوتا ہے۔ "خط شریف گلخانہ" ترکی کا منشورِ اعظم (Magna Carta) تھا اور اس حیثیت سے اُس کی اہمیت کی شرح و تفصیل ترکی کی سیاسی تاریخ کے مؤرخ کا منصب ہے۔ اسی ضمن میں تعلیمی نظام کے اندر بھی اصلاحات کی گئیں مگر نوجوان ترکوں کا مطالبہ تھا کہ قدیم کے مقابلے میں جدید کی ہمت افزائی کی جائے۔ نئے نئے مدارس کھولے گئے۔ اگرچہ قدامت پسندوں کی ناراضگی کے خوف سے قدیم مدارس کے ساتھ بھی یہ رعایت رکھی گئی کہ وہ اپنی جگہ باقی رہ سکتے ہیں۔ لیکن ۱۸۴۶ء کے فرمان کی رُو سے ایک مجلس تعلیم عامہ مقرر ہوئی۔ تعلیم کی نگرانی علماء کے ہاتھوں سے نکال کر اس مجلس تعلیم کے سپرد کر دی گئی اور جو مکاتب مسجدوں میں قائم تھے انھیں بھی اس مجلس کے زیر اہتمام ابتدائی مدارس بنا دیا گیا۔ اعلیٰ تعلیم کی نگرانی کے لئے طے پایا کہ جدید اُصول پر از سرِ نو ترتیب دی جائے لیکن قدیم نظامِ تعلیم اور اس کے طلبہ کو جو حقوق و مراعات حاصل تھے وہ برقرار رکھے گئے۔

اس تغیر اور کم اعتنائی نے علوم قدیمہ بالخصوص علمِ کلام اور معقولات و قدیم ریاضیات کا دل توڑ دیا۔ یوں بھی ان فنون میں معیار عرصے سے روبہ تنزل تھا۔ ترکی عبقریت تھک چکی تھی۔ نئی اصلاحات نے اُسے بالکل ہی مضمحل کر دیا اور انجام کار کمالی اصلاحات نے اس کا فاتحہ خیر پڑھ دیا۔

بہرحال اس دَور میں سوائے "رسالہ الحمیدیہ" کے اور کوئی قابلِ ذکر کتاب ظہور میں نہیں آئی۔ اس کے مطالعہ سے ایسا پتہ چلتا ہے گویا قدیم علمِ کلام اپنے مغرب پسند سرپرستوں کے سامنے جدید الحاد و بیدینی سے نبرد آزمائی کی جان توڑ کوشش کر رہا ہے مگر کوئی اُس کی ہمتِ مردانہ اور سخت کوشی کی داد دینے والا نہیں ہے۔ اس لئے اس کے انداز جدال و استدلال میں وہ شان پیدا ہو گئی ہے جو ایک نہتے مجاہد کے جدید آلاتِ حرب سے مسلح سپاہی کے مقابلے میں ظاہر ہوتی ہے۔

ترکی کی کلامی عبقریت تھک چکی تھی اُس کے لئے آرام لینا ضروری ہے مگر اُس کا یہ عارضی جمود مایوس کن نہیں ہے۔ کمالی اصلاحات نے اُسے ضرور سلا دیا ہے مگر اُس کا مستقبل اُمید افزا ہے اور اس کی بیداری کے آثار اُن منتشر خبروں سے ہویدا ہیں جو اسلام اور اسلام پسندی کے سلسلے میں ترکی سے کبھی کبھی آجاتی ہیں۔

اسلام اور رواداری

مصنفہ مولانا رئیس احمد جعفری

قیمت حصہ اوّل سات روپے چار آنے۔ حصہ دوم سات روپے آٹھ آنے

ملنے کا پتہ:۔ ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور